اصولِ انتقادِ ادبیات: کروچے اور اقبال کے افکار کا تقابلی مطالعہ

محمد اقبال

Muhammad Iqbal

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

محمد عارف

Muhammad Arif

Lecturer Federal Govt. College, Sialkot.

عبیداللہ

Obaidullah

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Literature or art is the name of transferring of feelings and thinking in a proper way. The value of art is shown by its true and real judgment or criticism. In different era, different scholars and critics designed some rules and principles about literary criticism. In ninties,there were two famous philosophers who set a new pattern for judgment of art or literary criticism. One of them is Croce, the Italian philosopher who posited a unique theory of literary criticism. The other is Allama Iqbal, the great muslim philosopher and poet who had his exclusive philosophy of literary criticism .In this article, it is taken a comparison between Croce and Iqbal's principles of literary criticism.

اقبال اور کروچے اپنے تصورِ فن کے حوالہ سے دو مخالف انتہاؤں پر ہیں۔کروچے

(Croce) نے اپنے تصورِ فن کی بنیاد اظہار (Expression) پر رکھی ہے (کروچے کے خیال میں جب کوئی خیال یا جمالیاتی حقیقت فن کار کے ذہن میں مکمل طور پر واضح ہو جائے تو اس کیفیت کو اظہار کہتے ہیں۔ گویا اظہار کا تعلق فن کار کے متخیلہ سے ہے اور فن کار کی ذاتی ملکیت ہوتا ہے) اور اس کے خیال میں فن اظہار کے مرحلہ پر تکمیل پا جاتا ہے، اس لیے کروچے ابلاغ کی اہمیت کا قائل نہیں(۱) اس کے خیال میں ابلاغ (Externalization) محض فن کار اپنی یادداشت کے لیے کرتا ہے۔ جب کہ اقبال نے اپنے تصورِ فن کی اساس ابلاغ پر رکھی ہے۔(۲) اقبال کروچے سے اس بات میں متفق ہیں کہ فن، فن کار کے احساسات وجذبات کے اظہار کا نام ہے:

ہے یہ فردوسِ نظر اہلِ ہنر کی تعمیر
فاش ہے چشمِ تماشا پہ نہاں خانۂ ذات(۳)

تاہم اقبال کے خیال میں فن کار کی ساری تگ ودو ابلاغ کے لیے ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ فن کار جس عالمِ باطنی کو خارج میں متشکل کرنا چاہتا ہے وہ پہلے اس کے ذہن میں پر افشاں ہوتا ہے (کروچے اس مرحلہ کو اظہار کا نام دیتا ہے) لیکن جب تک وہ خارج میں صورت پذیر نہ ہو فن کا مقصد پورا نہیں ہوتا اقبال کے خیال میں فن کا مقصد ہی خیالات ومشاہدات کا ابلاغ ہے:

کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنانے کے لیے
دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کے لیے(۴)

کروچے (Croce) کی رائے میں فنی تخلیق چوں کہ وجدان سے متعلق ہے اور وجدان کی ماہیت میں حقیقت و غیر حقیقت کچھ اہمیت نہیں رکھتے، اس لیے فنی تخلیق کا حقائق پر مبنی ہونا ضروری نہیں جب کہ اقبال فن کو اکتشاف حقائق کا ذریعہ قرار دیتے ہیں:

لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق
بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے(۵)

کروچے کی رائے میں اظہار یا فن کا ماخذ ومبنیٰ تخیل یا وجدان ہے اور عقل کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اقبال کروچے (Croce) کے اس خیال سے اس حد تک تو متفق ہیں کہ فن کا ماخذ تخیل اور وجدان ہے۔ تاہم اقبال برگساں (Bergson) کی مانند وجدان کو عقل ہی کی ترقی یافتہ شکل قرار دیتے ہوئے فن کو محض وجدان کی کارفرمائی نہیں سمجھتے بل کہ اس میں عقل کی پیروی کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''شعر کا منبع و ماخذ شاعر کا دماغ نہیں اس کی روح ہے اگر چہ تخیل کی بے پایاں وسعتوں سے شاعر کو محفوظ رکھنے کے لیے دماغ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔''(۶)

ضربِ کلیم میں اپنے اسی نظریہ کو شعر کی زبان میں اس انداز میں بیان کیا ہے:

عشق اب پیروئ عقلِ خداداد کرے
آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے(۷)

تصورِ فن میں ان تمام اختلافات کے باوصف انتقادِ ادب وفن کے چند نمایاں اصولوں میں ان دونوں عبقری مفکرین کی آرا میں فکری اتحاد بھی پایا جاتا ہے۔

تاریخ فلسفہ میں کروچے (Croce) اپنے فلسفۂ اظہاریت کی وجہ سے مشہور ومقبول ہے۔کروچے (Croce) نے حسن ،فن اور فنی تخلیقات کی فنی تحسین یا تنقید ہر ایک کو اپنے اسی نظریۂ اظہاریت کی روشنی میں بیان کیا ہے۔چنانچہ کروچے (Croce) جمالیات پر اپنی کتاب (As Aesthetic: science of expression and general linguistic) کے پندرہویں اور سولہویں باب میں نہایت تفصیل کے ساتھ انتقادِ ادب وفن کے اصولوں کے ساتھ بحث کی ہے۔اس کے خیال میں جب کوئی فن کار کسی تخیل کو معرض اظہار میں لانا چاہتا ہے تو وہ اس کے لیے مختلف الفاظ اور تراکیب کا جائزہ لیتا ہے ان میں سے بعض تراکیب کو رد کرتا ہے اور پھر اسے اس عمل کے دوران مناسب الفاظ اور تراکیب مل جاتی ہیں اور اچانک اظہار ہو جاتا ہے اور اسے جمالیاتی مسرت کا احساس ہوتا ہے۔(۸) کروچے کے خیال میں یہ اظہار فن ہے۔خیال رہے کہ کروچے (Croce) کی رائے میں اظہار سے مراد خارجی صورت گری نہیں، بل کہ اس کے خیال میں جب کوئی خیال ذہن میں مکمل طور پر واضح ہو جائے تو اس کیفیت کو اظہار کہتے ہیں۔کروچے (Croce) کے خیال میں اظہار کے مرحلہ پر فنی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے۔

کروچے (Croce) کے خیال میں ہر اظہار ابلاغ کا آرزومند تو ہوتا ہے تاہم ابلاغ (مادی صورت پذیری) ضروری نہیں ہوتا ،بل کہ اس کے خیال میں ابلاغ یا خیال کی مادی صورت پذیری فن کار محض اپنی یادداشت کے لیے کرتا ہے یا دوسروں تک منتقل کرنے کے لیے۔اب اگر کوئی شخص اظہار کی اس مادی صورت پذیری یا فن پارہ کو پرکھنا چاہتا ہے اور اس کے حسن وقبح کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے تو وہ خود کو فن کار کی جگہ رکھے گا اور اس فن پارہ کو فن کار کی نظر سے ہی دیکھے گا اور اسی کیفیت سے گزرے گا، جس سے فن کار گزرا تھا۔چنانچہ کروچے لکھتا ہے:

"He must of necessity place himself at artist's point of view, and go through the whole process again."(9)

اس لحاظ سے جس حد تک فن کار اور نقاد کے اظہار ذات میں ہم آہنگی پائی جائے اس حد تک انتقاد، خود نقاد کے اظہار ذات کا نام ہے۔اگر فن کار کی فنی تخلیق میں اظہار مکمل صورت میں ہے تو انتقاد

کے عمل کے دوران نقاد بھی اسی قسم کی کیفیت سے متکیف ہوگا۔ اگر فن پارے میں فن کار کا اظہار ناقص ہے تو نقاد بھی اس فن پارے کو ناقص ہی دیکھے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کروچے یہ سوال بھی اٹھاتا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ دو اور صورتیں بھی تو ممکن ہیں کہ فن کار کا اظہار تو کامل ہو لیکن ناقد کا وژن ناقص ہو یا فن کار کا ناقص ہو لیکن نقاد کا وژن کامل ہو۔ کروچے کے خیال میں یہ دونوں امور فلسفیانہ بنیادوں پر ناممکن ہیں۔ اس کے خیال میں فن کار اور نقاد کے مابین یہ تضاد مختلف وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی غلط ہوتا ہے۔ درحقیقت اظہار جس کے اندر ہو رہا ہوتا ہے اسے کامل معرفت نہیں ہوتی کہ اس کی روح کے اندر کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ وہ مختلف قسم کے تعصّبات اور جذبات کے تحت اپنی تخلیق کو حسین قرار دے دیتا ہے۔(۱۰) حالاں کہ اگر وہ صدق نیت سے اپنے باطن میں جھانکے اور تعصّبات سے بالاتر ہو کر فیصلہ کرے تو اسے وہ قبیح دکھائی دیں اور وہ ہی ان کی حقیقت ہے۔ نقاد بھی اس قسم کے جذبات اور تعصّبات سے عاری نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے وہ بعض اوقات قبیح کو حسین اور حسین کو قبیح قرار دے دیتا ہے۔ کروچے کے خیال میں ایک فن پارہ کی حقیقی تحسین اس وقت ممکن ہے جب نقاد اور فن کار اس قسم کے جذبات اور تعصّبات سے عاری ہوں۔ اس مرحلہ پر کروچے سوال اٹھاتا ہے کہ کیا اس قسم کے تعصّبات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ فن پارہ اپنی حقیقی صورت میں جانچا جا سکے۔

کروچے کے خیال میں نقاد اور فن کار کی حس جمالیات موافق ہوتی ہے۔ فرق صرف حالات کا ہوتا ہے۔(۱۱) فن کار میں جمالیاتی تخلیق (Production) ہوتی ہے جبکہ نقاد میں تخلیق نو (Reproduction) ہے۔ اس کے خیال میں فن کار کو عبقری (Genius) جب کہ نقاد کو ذوق (Taste) کہتے ہیں۔ تاہم فن کار کے پاس بھی ذوق کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اسی ملکہ کی وجہ سے فن کار اپنے تخیل کے کامل اظہار کے لیے مختلف الفاظ اور تراکیب کو پرکھتا ہے اور ان میں سے مناسب الفاظ و تراکیب کو اختیار کر لیتا ہے۔ فن کار میں یہ خود تنقیدی کا وصف ذوق کا مرہون منت ہے۔ اسی طرح نقاد کے پاس عبقریت کا ہونا ضروری ہے۔ نقاد تنقید کے دوران خود کو فن کار کے مرتبہ تک بلند کر لیتا ہے چناں چہ کروچے کے خیال میں جب کوئی نقاد، دانتے (Dante) پر تنقید کرتا ہے تو وہ انتقاد کے اس لمحہ میں خود کو دانتے کے مرتبہ تک بلند کر لیتا ہے یوں انتقاد کے اس لمحہ میں نقاد اور فن کار ایک ذات بن جاتے ہیں۔(۱۲) گویا کروچے کے خیال میں اس عمل تنقید کے دوران نقاد کی روح عظیم ارواح کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر شخص میں یہ استعداد ہوتی ہے کہ وہ خود کو عظیم ارواح کے مرتبہ تک بلند کر لے؟ یا اس قسم کی استعداد پیدا کی جا سکتی ہے؟ کروچے کے خیال میں نقاد کے لیے ضروری ہے کہ اس میں بھی فنکار کی مانند عبقریت موجود ہو اسی عبقریت کی وجہ سے وہ خود کو ان عظیم ارواح تک بلند کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ عبقریت وہبی شے ہے اس میں اکتساب کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ لہٰذا جس طرح ہر کوئی فن کار نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر کوئی نقاد نہیں ہو سکتا۔ نقاد کی تنقیدی صلاحیتیں بھی وہبی اور

خداد ہوتی ہیں۔

کروچے کے خیال میں صحیح تنقید کے لیے فن کار کی سوانح حیات کا مطالعہ بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے کیوں کہ سوانح حیات کے مطالعہ سے نقاد ان نفسیاتی احوال و کوائف کے قریب ہو جاتا ہے جن میں فن کار نے فن پارہ تخلیق کیا تھا۔ لہٰذا وہ تخلیقی فن پارہ اپنے نقاد میں بھی وہی وجدانات برانگیختہ کر دیتا ہے جن سے فن کار گزرا ہوتا ہے اور جو فن کار سے مخصوص تھے۔ اس طرح نقاد اس فنی تخلیق کے متعلق درست انتقادی فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

کروچے کے خیال میں ادبی اور فنی تنقید میں کوئی خارجی نمونہ موجود نہیں جس کو بنیاد بنا کر تخلیقی فن پارہ کو پرکھا جائے بل کہ ہر تخلیقی فن پارہ اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اور ایک جداگانہ نمونہ ہوتا ہے۔ چناں چہ وہ لکھتا ہے:

> Concepts and models alike have no existence in art, for by proclaiming that every art can be juged only in itself , and has its own model in itself.(13)

اقبال کے خیال میں ادب اور فن صرف تخلیق حسن کا نام نہیں بل کہ ان کو زندگی کا ترجمان ہونا چاہیے اور تعمیری اور صحت مند پیغام کا حامل ہونا چاہیے چناں چہ اقبال نے متعدد مقامات پر اس امر کا اظہار کیا ہے۔ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''فن زندگی کے تابع ہے۔ اس سے اعلیٰ وارفع نہیں۔ بنی نوع انسان کی جملہ سرگرمی کی انتہا زندگی ہے۔ شاندار، طاقت ور اور فراواں۔ تمام انسانی فن کو اس حتمی مقصد کے تابع ہونا چاہیے۔ اور ہر شے کی قدر و قیمت کا تعین اس کی زندگی بخش اہلیت کے حوالے سے ہونا چاہیے۔ ارفع ترین فن وہ ہے جو ہمارے اندر خوابیدہ قوت ارادہ کو بیدار کر دے اور ہم میں زندگی کی آزمائشوں کا مردانہ وار سامنا کرنے کی ہمت پیدا کر دے۔'' (۱۴)

اقبال کروچے سے اس بات میں متفق ہے کہ جب مشاہد یا ناقد کسی فنی تخلیق کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے ذہن پر فن دوبارہ اظہار کرتا ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف(۱۵)

منشی سراج الدین کو (۱۹۱۵ء) اپنے ایک خط میں قاری اور فن کار کے ذوق اور وجدان کی

مماثلت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہر حال شعر کا صحیح ذوق شاعری سے کم نہیں۔ بل کہ کم سے کم ایک اعتبار سے اس سے بہتر ہے۔ محض ذوقِ شعر رکھنے والا شعر کا ویسا ہی لطف اٹھا سکتا ہے جیسا کہ خود شاعر، اور تصنیف کی شدید تکلیف اسے اٹھانی نہیں پڑتی۔''(۱۶)

تاہم اقبال کے خیال میں مشاہد و ناقد فنی تخلیق کی تحسین اس وقت کرتا ہے جب نقاد کا ادبی نصب العین، فن کار کے ادبی نصب العین سے متفق ہو جائے۔ چناں چہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''نقاد کی نظر سے نظم کے حقیقی اسقام البتہ پوشیدہ رہے۔ شعر محاورہ اور بندش کی درستی اور چستی کا نام نہیں، میرا ادبی نصب العین نقاد کے نصب العین سے مختلف ہے۔''(۱۷)

اقبال کے خیال میں فن کار کے فن کو پرکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نقاد پہلے فن کار کے ادبی نصب العین سے آگاہ ہو اور اس کے فن کو اسی کے نصب العین کو سامنے رکھتے ہوئے جائزہ لے کہ آیا فن کار کس حد تک اپنے ادبی نصب العین کے حصول میں کامیاب ہوا ہے۔ اگر نقاد ہر قسم کے ادب یا فن کو ایک ہی نگاہ سے دیکھے اور ایک جیسے پیرامیٹرز پر پرکھنے کی کوشش کرے گا تو یہ فن کار کے ساتھ ناانصافی ہوگی اور فنی تخلیق کے عیوب و محاسن اس پر مخفی رہیں گے۔ لہٰذا اقبال کروچے کی اس بات سے متفق دکھائی دیتے ہیں کہ فن پارہ کا کوئی نمونہ نہیں ہوتا جس کو بنیاد بنا کر اسے پرکھا جائے ہر فن پارہ انفرادی طور پر خود ہی نمونہ ہوتا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر اسے پرکھا جانا ضروری ہے۔ فن کار کے ادبی نصب العین سے آگاہی فن کار کی سوانح حیات کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتی لہٰذا اقبال بھی کروچے کی مانند اس بات سے متفق دکھائی دیتے ہیں کہ نقاد کو چاہیے کہ وہ فن کار کے سوانح حیات سے آگاہی رکھتا ہو کیوں کہ یہ چیز فن کار کے ادبی نصب العین سے آگاہی میں مدد و معاون ہوگی۔

اقبال کے خیال میں کسی بھی فن کار کے فن پر تنقید سے پہلے نقاد کو اس کے تمام کلام کا بالاستیعاب مطالعہ کر لینا بھی ضروری ہے اس سے نقاد کلام کے درست معانی و مطالب تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا چناں چہ اپنے ایک خط میں آل احمد سرور معلم شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی کو اقبال لکھتے ہیں:

''میرے کلام پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے حقائق اسلامیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ اگر آپ پورے غور و توجہ سے یہ مطالعہ کریں تو ممکن ہے کہ آپ بھی انھی نتائج تک پہنچیں جن تک میں پہنچا ہوں۔ اس صورت میں غالباً آپ کے شکوک تمام رفع ہو جائیں گے۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کا نقطۂ نظر مجھ سے مختلف ہو یا آپ دین اسلام کے حقائق ہی کو ناقص تصور کریں۔ اس دوسری صورت میں دوستانہ بحث ہو سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ معلوم نہیں کیا ہو۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

نے میرے کلام کا بھی بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں اور آپ بھی اس کی طرف توجہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سی باتیں خود بخود آپ کی سمجھ میں آ جائیں گی۔'' (۱۸)

اقبال کے خیال میں فن کار کے فن پر تنقید کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے عہد کے مسائل سے بھی آگاہی ہو چناں چہ سراج الدین پال نے جب علامہ اقبال سے کلام حافظ پر مضمون لکھنے کا اظہار کیا تو علامہ اقبال نے انھیں حافظ کی معاصرانہ تاریخ پر غور کرنے کا مشورہ دیا اور لکھا:

''مسلمانوں کی دماغی فضا کس قسم کی تھی۔ اور کون کون سے فلسفیانہ مسائل اس وقت اسلامی دماغ کے سامنے تھے۔ مسلمانوں کی پولیٹیکل حالت کیا تھی۔ پھر ان سب باتوں کی روشنی میں کلام حافظ کا مطالعہ کیجیے۔'' (۱۹)

پس کروچے کے مقابلہ میں علامہ اقبال کے افکار میں جامعیت ہے۔ نقاد کے لیے صرف فن کار کے سوانح کو پڑھ لینے سے صحیح تناظر کی آگاہی نہیں ہو سکتی۔ پس منظر کو جانے بغیر، صرف منظر سے نتیجہ نکالنا ناقص ہے۔ لہٰذا نقاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ فن کار کی سوانح کے ساتھ ساتھ نہ صرف اس دور کے سیاسی، معاشی، فکری اور معاشرتی حالات و مسائل کی آگاہی رکھتا ہو بلکہ فن کار کے ادبی نصب العین اور فن پارے کی تخلیق کے اغراض و مقاصد کو بھی پیش نظر رکھے۔ یہ وہ لازمی امور ہیں جن سے نقاد کسی بھی فن پارے کو اس کے پس منظر کے ساتھ صحیح تناظر میں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے اور یوں نقاد فن پارے یا فن کار کے بارے میں درست انتقادی فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ حیرت ہے کہ ایک طرف کروچے زبان کو بھی اظہار قرار دیتا ہے اور اس کے باوجود ابلاغ کی اہمیت کا انکار کرتا ہے اسی لیے البرٹ کاک Albert Cock کے الفاظ میں اگر کروچے کا یہ نظریہ مان لیا جائے تو کروچے سمیت ہم سب کے لیے خاموشی کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا۔

۲۔ اور یہ حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔

۳۔ محمد اقبال، ضربِ کلیم، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص:۱۲۹

۴۔ بانگ درا، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص:۸۰

۵۔ بانگ درا، ص:۱۱۷

۶۔ اقبال نامہ، ص:۴۵۲

۷۔ ضربِ کلیم، ص:۱۱۵

8. Croce , Aesthetic: As science of expression and general linguistic, Macmillan and Co. Limted, London , 1909, P-194

9. Ibid, P-195

10. Ibid, P-196

11. Ibid, P-198

12. Ibid, P-199

13. Ibid, P-201

۱۴۔ محمد اقبال ،علامہ اقبال :تقریریں تحریریں اور بیانات،مترجم :اقبال احمد صدیقی ،لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،طبع دوم،۲۰۱۵ء،ص۸۲۔۱۸۱

۱۵۔ محمد اقبال، بال جبریل، لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۹۰ء،ص:۷۸

۱۶۔ محمد اقبال، اقبال نامہ،مرتب شیخ عطاءاللہ،ص:۸۱

۱۷۔ ایضاً،ص:۵۶۴

۱۸۔ ایضاً،ص:

۱۹۔ ایضاً،ص:۱۱۳،خط بنام سراج الدین پال،محررہ۱۹جولائی۱۹۱۶ء

☆.....☆.....☆